بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل
قادیان

خطبہ نمبر (۲۷)

ایڈیٹر: غلام نبی

یوم شنبہ

۵ ماہ تبوک ۱۳۲۱ ہش | ۲۲ ماہ شعبان ۱۳۶۱ ھ | ۵ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۰۷

مدینۃ المسیح

قادیان ۳ ماہ تبوک ۱۳۲۱ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق آج ۷ بجے شام کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت اچھی ہے۔ ثم الحمد للہ

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت خلیفہ نور الدین صاحب آف جموں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابیوں میں سے تھے۔ کل سری نگر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون نعش بذریعہ لاری قادیان لائی گئی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نعش کو کندھا دیا۔ اور مقبرہ بہشتی تک ساتھ تشریف لے گئے۔ مرحوم مقبرہ بہشتی کے قطعۂ خاص صحابہ میں دفن کئے گئے ہیں۔ احباب بلندی مدارج کے لئے دعا کریں۔

نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے جناب مولوی عبد الرحیم صاحب نیر بھوانی اور قاضی محمد نذیر صاحب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ

تیاری کا وقت ختم ہو رہا ہے
اور
کام کا وقت نزدیک آ گیا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۸ ماہ ظہور ۱۳۲۱ ہش مطابق ۲۸ اگست ۱۹۴۲ء

مرتبہ:- مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں

کمر درد

کی وجہ سے زیادہ دیر کھڑا نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ میں کئی دن قادیان سے باہر رہا۔ اور دو جمعوں کے خطبے یہاں نہیں بیان کر سکا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس تکلیف کے باوجود جمعہ خود ہی پڑھاؤں:۔

میں نے پالم پور جانے سے پہلے ایک خطبہ پڑھا تھا جس میں میں نے جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ آئندہ

بہت بڑے فتن کا دروازہ

ہندوستان میں کھلنے والا ہے۔ اور بوجہ ہندوستانی ہونے کے ہمیں اس کے متعلق کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ہوگا۔ اور چونکہ یہ معاملہ ایسا اہم ہے۔ کہ اس کا اثر ہماری جانوں ہمارے مالوں۔ ہماری عزتوں۔ بلکہ ہمارے وطن پر بھی پڑ سکتا ہے۔ اور پڑنے والا ہے اس لئے میں نے جماعت کے دوستوں سے خواہش کی تھی۔ کہ وہ دعائیں کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے ایسے فیصلہ پر پہونچنے کی توفیق دے جس پر چل کر ہم کامیاب ہو سکیں اور مشکلات سے محفوظ رہیں۔ یا ہمیں

کم سے کم مشکلات کا سامنا

ہو۔ چنانچہ دعاؤں۔ اور غور کرنے کے بعد میں نے اپنے

فیصلہ کا اعلان

پالم پور سے ہی لکھ کر بھجوا دیا تھا۔ جو "الفضل" (۱۸ اگست ۱۹۴۲ء) میں شائع ہو چکا ہے اس عرصہ میں جماعتوں کی طرف سے۔ میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ ساری جماعتوں کی طرف سے بلکہ

کچھ جماعتوں کی طرف سے

میرے پاس ریزولیوشن آئے ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنی طرف سے قربانیاں پیش کرنے کا اقرار کیا ہے۔ اور وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ہر آواز پر لبیک کہتی ہوئی اپنا

سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار

ہیں۔ اور انہیں جو بھی حکم دیا جائے گا۔ اس کی وہ پوری طرح تعمیل کریں گی۔ میں سمجھتا ہوں۔ جن جماعتوں نے ریزولیوشنوں کی صورت میں ایسے اقرار نہیں کئے۔ وہ بھی جس حد تک دوسروں نے اقرار کئے ہیں۔ ان اقراروں میں شامل ہیں۔ ان کا ایسے جلسے کر کے ریزولیوشن پاس نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ انہوں نے سمجھا۔ اس قسم کے

ریزولیوشنوں کی ضرورت ہی نہیں

جبکہ وہ بیعت کر چکے۔ اور احمدیت میں شامل ہو چکے ہیں۔ مگر میرے نزدیک ان اقرار کرنے والوں کے سامنے بھی پورے طور پر اُن قربانیوں کا نقشہ نہیں آیا۔ جن کو میں نے اپنے اعلان میں مدنظر رکھا ہے۔ اس لئے میں ابھی تک نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان

اقراروں کی قیمت

کیا ہے۔ بسا اوقات انسان ایک چیز کو چھوٹی سمجھتا ہے۔ اور اسے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات انسان ایک وقتی قربانی کے لئے تیار ہو جاتا اور اسے دے دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن ایک لمبی، اور بظاہر نسبتاً چھوٹی قربانی کرنی اس کے لئے بہت مشکل ہوتی ہے۔ مثلاً

تحریک جدید

ہی ہے۔ میں ہمیشہ خیال کیا کرتا ہوں۔ کہ اگر

جان دینے کا سوال

ہوتا۔ تو صرف پانچ ہزار مرد و عورت اپنے آپ کو پیش نہ کرتے۔ جیسے تحریک جدید میں قریباً اتنے ہی لوگوں نے حصہ لیا ہے بلکہ پندرہ۔ بیس۔ تیس۔ بلکہ چالیس ہزار آدمی اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ مگر یہ قربانی چونکہ لمبی، اور متواتر دس سال کے لئے تھی۔ اس لئے بہت سے ایسے لوگ جو ہمیشہ اپنی جان اور مال قربان کرنے کے دعوے کرتے رہتے تھے۔ پیچھے رہ گئے، اور جو شامل ہوئے۔ اُن میں سے بھی ایک معتدبہ حصہ ایسا ہے جس نے قانون سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو تحریک جدید میں شامل کر لیا ہے۔ ورنہ

درحقیقت وہ شامل نہیں

کیونکہ اُن کی آمدنیوں کے مقابلہ میں اُن کی قربانیاں بہت ہی حقیر اور معمولی ہیں۔ بے شک انسانی قانون کو انہوں نے پورا کر دیا ہے۔ لیکن

خدائی قانون کے ماتحت

انہوں نے آنے کی کوشش نہیں کی۔ پس یہ ایک بہت بڑا فرق ہے۔ جو ہمیں قربانی کے میدان میں دکھائی دیتا ہے۔ کہ بہت سے لوگ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

وقتی قربانی

کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان سمجھتا ہے میں نے ایک دفعہ قربانی کی تو معاملہ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ اس غرض کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ کہ ان کی گردنوں پر خنجر پھیر دیا جائے۔ لیکن اگر انہی کو قید خانوں میں ڈال کر ان سے

لمبی قربانیاں

لی جائیں۔ لوہے کی چٹکیوں سے ان کے گوشت نوچے جائیں۔ ان کی آنکھیں نکال لی جائیں۔ اور ان کے ناک اور کان کاٹ لئے جائیں۔ تو گو وہ مریں گے نہیں مگر ان میں سے بہت سے لوگ جو جان دینے کے لئے تیار تھے۔ واویلا کرنے لگ جائیں گے۔ اور معافی کے خواستگار ہو جائینگے کیونکہ چھوٹی اور لمبی قربانی دقتی قربانی سے زیادہ ہیبت ناک اور خطرناک ہوتی ہے پس میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ جن لوگوں نے

قربانی کے وعدے

کئے ہیں۔ ان میں سے کتنے اس وعدے پر قائم رہ سکتے ہیں۔ میں ان سب کو دیانتدار سمجھتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ انہوں نے یہ وعدے سچائی کے ساتھ کئے ہیں۔ مگر پھر بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ وقت پر کتنے لوگ ہوں گے۔ جو واقعہ میں قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں گے شاید تم میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے موجودہ واقعات کو دیکھتے ہوئے یہ خیال کر لیا ہوگا۔ کہ جو فتنہ اٹھا تھا۔ وہ اب دب چکا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ

فتنہ دبا نہیں اور دب نہیں سکتا

ہندوستان کی آزادی کا سوال اتنے لمبے عرصہ سے دُنیا کے سامنے آرہا ہے۔ اتنی مشکلوں اور اتنی صورتوں میں لوگوں کے سامنے آرہا ہے۔ اور اس طرح متواتر لوگوں کے دماغوں میں اس سوال نے جگہ پکڑ لیا ہے اور پھر اس قدر لمبے عرصہ سے ہندوستان اور انگلستان کے لوگوں میں اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے۔ کہ اب ان خیالات کو دلوں سے نکال دینا بالکل ناممکن ہے۔ اسی طرح بندہ مسلم سوال پر سالہا سال سے بحث ہو رہی ہے۔ اور یہ سوال بھی

مختلف شکلوں میں

لوگوں کے سامنے آتا رہا ہے مختلف صورتوں میں لوگوں کے سامنے آتا رہا ہے۔ اور مختلف پیرایوں میں لوگوں کے سامنے آتا رہا ہے۔ اس لئے اب لوگوں کے دلوں سے ان خیالات کا نکال دینا بالکل ناممکن امر ہے۔ پس یہ خیال کر لینا کہ کسی سختی سے یا گرفتاری سے یا سزاؤں کے خوف سے سیاسی ہندوستانیوں کے دلوں سے یہ احساس مٹ جائے گا۔ کہ

ہندوستان کو آزاد ہونا چاہیئے۔

یہ ایک طفلانہ حرکت اور بچوں کا سا خیال ہے۔ جو آگ لگ چکی ہے۔ یہ اب بجھ نہیں سکتی۔ جو فتنہ اٹھ چکا ہے۔ یہ اب دب نہیں سکتا۔ اس آگ کو بجھایا جا سکتا تھا۔ اس فتنہ کو مٹایا جا سکتا تھا۔ مگر آج سے کئی سال پہلے۔ اس وقت انگریزوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ وہ ہندوستانیوں کو معمولی معمولی حقوق دے کر مطمئن کر دیں گے۔ حالانکہ اس وقت اگر وہ صحیح طریق اختیار کرتے۔ اور اس راستہ پر چلتے جو میں نے بتایا تھا تو آج انہیں یہ مشکلات پیش نہ آتیں۔

آج سے پچیس ۲۵ سال پہلے

۱۹۱۷ء میں جب ہندوستان میں سیاسی حقوق کے متعلق پکار پیدا ہوئی۔ اور مسٹر مانٹیگو وزیر ہند ہندوستان میں آئے۔ تو اس وقت میں نے ان کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ سیاسی اصول کے پیچھے پڑنے کی بجائے آپ عام لوگوں کے اضطراب اور بے چینی کی اصل وجوہ معلوم کریں۔ اور میں نے انہیں بتایا کہ منجملہ اور وجوہ کے

اصل سوال ہندوستانیوں کی روٹی کا ہے

عام لوگوں کو اس امر سے کوئی تعلق نہیں کہ کونسلوں کی کیا شکل ہو۔ اور ہندوستانیوں کو اس وقت کیا اختیارات ملنے چاہئیں۔ بلکہ ان کے سامنے سب سے اہم سوال اپنی روٹی کا ہے۔ اس لئے بجائے کونسلیں بنانے کے بعض بڑے بڑے عہدے ہندوستانیوں کے سپرد کر دیئے جائیں۔ اور جلد سے جلد سول سروس کو خالص ہندوستانی بنا دیا جائے۔ اس طرح جوں جوں یہ عہدے ان کے سپرد ہوتے جائیں گے۔ وہ آئندہ حکومت کے لئے تیار ہوتے چلے جائینگے اور حکومت سنبھالنے کے وہ اہل ہو جائینگے اس کے برخلاف کونسلوں میں بے اختیار اور صرف بحث مباحثہ کے عادی ہندوستانی حکومت کی قابلیت کبھی پیدا نہ کریں گے اور صرف

حکومت کے پہلو میں ایک کانٹا

ثابت ہوں گے۔ اور ایسے مشکل وقت میں جبکہ ہندوستانیوں کی روٹی کا سوال ہی حل نہیں ہوا۔ وہ نہ تو صحیح مشورہ دے سکیں گے۔ اور نہ صحیح مشوروں کے مطابق عمل کر سکیں گے۔ مگر وہ اس وقت اسی شوق میں رہے۔ کہ کچھ حقوق ہندوستانیوں کو کونسلوں میں دے دیئے جائیں۔ اور بنیاد کی بجائے اوپر کے چوبارے تیار ہو جانے چاہئیں۔ اس تجویز کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستانیوں کی زبان تو کھول دی گئی۔ مگر ان کے

دماغ کی تربیت

کے لئے کوئی سامان نہ پیدا کیا گیا۔ حالانکہ اگر اس وقت زیادہ تر عہدے ہندوستانیوں کے سپرد کر دیئے جاتے۔ تو آہستہ آہستہ تمام عہدوں پر ہندوستانی قابض ہو جاتے اور ان کے دلوں میں انگریزوں کے متعلق کینہ اور بغض پیدا نہ ہوتا۔ مگر

آج یہ حالت ہے

کہ ہر نئے تغیر پر ہندوستانی یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم لڑے ہم نے مارا۔ اور ہم نے انگریزوں سے اپنا فلاں فلاں حق چھین لیا۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم بالغ ہوئے اور ہمارے سیاسی والدین نے ہمارا حصہ ہم کو دے دیا۔ بلکہ ان کا ذہن صرف اس طرف جاتا ہے۔ کہ ہم انگریزوں سے لڑے۔ ہم نے انہیں مارا۔ اور ان سے اپنے فلاں فلاں حقوق چھین لئے۔ اور آئندہ بھی ہم لڑیں گے۔ ماریں گے۔ اور اپنے حقوق چھینینگے۔ اس ذہنیت کو بھلا کون مٹا سکتا ہے۔ پھر ایک اور خطرناک غلطی گورنمنٹ سے یہ ہوئی۔ کہ مانٹیگو چیمسفورڈ اصطلاحات کے بعد جب نئی قسم کی گورنمنٹ کی بنیاد رکھی گئی۔ تو اس وقت بھی اس نے

بخل سے کام لیا

اور اگلا قدم اٹھانے میں دیر کی گئی۔ اور اس طرح جو تجربہ اس نے شروع کیا تھا۔ اسے بھی تکمیل تک پہونچنے نہ دیا۔ میرے لئے ہمیشہ ہی یہ بات حیرت کا موجب رہی ہے۔ کہ غالباً

۱۹۲۱ء میں

اسمبلیوں کے لئے الیکشن ہوئے تھے۔ مگر اس کے بعد نئی کونسلوں کے کھڑا ہونے تک اکثر کونسلوں کے دوبارہ الیکشن نہیں ہوئے۔ اب تو کہا جاتا ہے۔ کہ جنگ کی وجہ سے نئے انتخابات نہیں کئے جا سکتے۔ مگر مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم کے نفاذ کے بعد بھی بعض کونسلیں دس دس سال تک قائم رہی تھیں۔ اس سے قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ

حکومت ہمیں حقوق دینے کے لئے تیار نہیں ہے

ہم چونکہ مذہبی آدمی ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کے خیالات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ یا اگر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ تو کسی مذہبی مثال سے ہی۔ لیکن جو لوگ سیاسی ہیں۔ اور جن کی زندگی کا مقصد ہی حکومت کا حصول ہے۔ تم خود ہی سمجھ سکتے ہو۔ کہ ان کے لئے یہ بات کتنی تکلیف دہ تھی کہ جب وہ سمجھتے تھے کہ انہیں جلد سے جلد حقوق ملنے والے ہیں۔

حکومت نے اپنے وعدوں کو پورا نہ کیا۔

اور ہندوستانیوں کو حقوق دینے میں تاخیر سے کام لیا۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء و ۱۹۱۸ء میں مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم بنی۔ اور دوسرا قدم ۱۹۲۹ء تک نہیں اٹھایا گیا۔ اور جب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس بلائی گئی۔ تو اس کے کام کی تکمیل جا کر ۱۹۳۷ء میں ہوئی۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں۔ جو سیاسی لوگوں کے دلوں میں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

انگریزوں کا بُغض

پیدا کرنے کا مُوجب ہوئیں۔ اگر انگریز وقت پر کام کرتے۔ اور اپنی تجویز کے مطابق ہندوستانیوں کو اُن کے حقوق دیتے چلے جاتے۔ تو آج سیاسی لوگوں کے دِلوں میں انگریزوں کا بُغض پیدا نہ ہوتا۔ مگر اب اُن کے دِلوں میں یہ بُغض اس حد تک بڑھ چکا ہے۔ کہ اسے کسی طرح مٹایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ ایسے وقت میں جبکہ

جنگ کا خطرہ ہندوستان کے دروازوں تک

پہونچ چکا ہے۔ ملک کی اکثریت کی نمائندہ کانگرس کا یہ فیصلہ کرنا۔ کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں۔ بتاتا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں انگریزوں کا بغض اس حد تک ترقی کرچکا ہے۔ کہ اب وُہ اس بات کے لئے بھی تیار ہوگئے ہیں۔ کہ چاہے۔ انہیں حکومت ملے یا نہ ملے۔ انگریز ضرور تباہ ہوجائیں۔ جب انسان مایُوس ہو جاتا ہے تو اس کا دل غصے سے بھر جاتا ہے اور وُہ کہتا ہے۔ میں اگر مرتا ہُوں۔ تو بے شک مرجاؤں۔ مگر میرے ساتھ ہی میرا دُشمن بھی مرجائے۔ ہمارے ملک میں مشہور ہے۔ کہ ایک کُبڑی عورت سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیرا دل چاہتا ہے۔ تیری کمر سیدھی ہوجائے۔ اس کے جواب میں بجائے اس کے کہ وُہ یہ کہتی۔ کہ میرا دل چاہتا ہے۔ میری کمر سیدھی ہوجائے۔ وُہ کہنے لگی۔ میرا دل تو یہ چاہتا ہے۔ کہ باقی لوگ بھی میری طرح کُبڑے ہوجائیں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا۔ کہ تُو یہ کیوں کہتی ہے۔ یہ کیوں نہیں کہتی۔ کہ میرا کُبڑا پن دُور ہوجائے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے کُبڑے پن کا کیا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے بہت دن گزار لئے۔ اور جنہوں نے مجھ پر ہنسنا تھا۔ ہنس لیا۔ اب تو مَیں چاہتی ہُوں۔ کہ اَور لوگ بھی کُبڑے ہوں اور میں بھی ان کو دیکھ دیکھ کر ہنسوں۔ یہی حالت اس وقت ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کی ہوگئی ہے۔ وُہ مُونہہ سے کہیں۔ یا نہ کہیں۔ اور درحقیقت سیاسی آدمیوں کا اعتبار بھی کوئی نہیں ہوتا۔ وُہ مونہہ سے کچھ کہتے ہیں۔ اور اُن کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ لیکن واقعات نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ ایسی حالت میں جبکہ دُشمن ہندوستان کے دروازوں تک پہونچ چکا ہے۔ اُن کا یہ فیصلہ کرنا کہ

جنگ میں انگریزوں کو کوئی مدد نہ دی جائے

بلکہ انہیں ہندوستان سے نکال دیا جائے بتاتا ہے۔ کہ مایوس ہوجانے کے بعد وُہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم تو دُوسروں کے غلام تھے ہی۔ ہمارے لئے اب خوشی کا ایک ہی مقام ہے۔ کہ انگریز بھی مریں۔ اور دوسروں کے غلام بنیں۔ یہ ذہنیت کتنی خطرناک ہے۔ بلکہ مذہبی نقطۂ نگاہ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ

بہت ہی گندی ذہنیت

ہے۔ مذہب انسان کو یہی سکھاتا ہے اور اخلاق انسان سے اسی بات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ جب کوئی مصیبت کا وقت آئے۔ تو وُہ پُرانے گلے بھُول جائے مگر کتنے ہیں۔ جو ایسے موقعوں پر پرانے شکوے بھُول جاتے ہیں۔ بہت کم اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے اس مقام پر ہوتے ہیں۔ کہ ایک لمبی شکایت کو صُلح کے حصُول کے لئے بھُول جائیں۔ بیشتر حصہ لوگوں کا ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو مونہہ سے صلح صلح پکارتا ہے۔ مگر اُن کا دل یہی چاہتا ہے۔ کہ جیسے دُوسروں نے ہم کو ستایا ہے۔ اسی طرح ان کو ستایا جائے۔ جیسے انہوں نے ہم کو غلام بنایا ہے۔ اسی طرح ان کو غلام بنایا جائے۔ اور جیسے انہوں نے ہم کو مارا ہے۔ اسی طرح ان کو مارا جانا چاہیے اس کے نتیجہ میں وُہ خود بھی ہلاک اور برباد ہو جائیں۔ آخر جو لوگ اپنے دُشمنوں کو قتل کرتے ہیں۔ وُہ یہ جانتے ہُوئے ہی قتل کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انہیں پھانسی دے دیگی۔ مگر اس کے باوجود وُہ اپنے فعل سے باز نہیں آتے۔ کیونکہ وُہ جانتے ہیں۔ گو ہم مرجائیں گے۔ مگر مرنے سے پہلے ہم اپنا بدلہ لے لیں گے۔ یہ ذہنیت ممکن ہے گاندھی جی کی نہ ہو۔ گو میں یہ خیال نہیں کرسکتا۔ کہ نہ ہو۔ ممکن ہے یہ ذہنیت گاندھی جی کے قریبیوں کی نہ ہو گو میں خیال نہیں کرسکتا۔ کہ نہ ہو۔ کیونکہ انہوں نے فیصلہ ایسا کیا ہے۔ جو اس نتیجہ پر ہر شخص کو پہونچنے پر مجبُور کرتا ہے۔ لیکن اگر گاندھی جی۔ اور اُن کے چند قریبیوں کی یہ ذہنیت نہ ہو۔ تب بھی

کانگرس کی اکثریت کی ذہنیت

اس وقت یہی ہے۔ کہ تیس سے چالیس کروڑ کی آبادی رکھنے والے ملک پر ایک چھوٹے سے ملک کے لوگوں نے جس کی آبادی چار کروڑ کے قریب ہے۔ قبضہ کیا اور اس کی دولت۔ تجارت اور زراعت سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ لوگوں نے تمام تکالیف کو برداشت کیا۔ اور حکومت سے منتیں کیں۔ کہ وُہ انہیں حقوق دے۔ اُس نے حقوق دینے کے متعلق کئی وعدے کئے۔ مگر پھر اُن کو پُورا نہ کیا۔ وُہ ایک لمبے عرصہ تک جو سو سال کے قریب ہے حکومت پر آس لگائے بیٹھے رہے۔ اور انہوں نے سمجھا۔ کہ اُن کی امیدیں کسی دن بر آئیں گی۔ اور وُہ بھی اپنی آنکھوں سے ہندوستان کو آزاد ممالک کی صف میں کھڑا ہوتا ہؤا دیکھیں گے۔ مگر وقت گزرتا چلا گیا۔ اور حکومت نے اپنے وعدوں کو پُورا کرنے کی طرف پُوری توجہ نہ کی۔ آخر جب اُن کی امید نا امیدی میں بدل گئی۔ ان کی خوشی رنج میں تبدیل ہوگئی۔ اُن کے ولولے ان کے دِلوں میں ہی رہے۔ اور ان کی آرزوئیں پُوری ہونے میں نہ آئیں۔ اور انہوں نے دیکھا۔ کہ انگریز اس وقت

ایک سخت مصیبت میں مبتلا

ہیں۔ تو انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ اب ہماری خوشی اپنی حکومت میں نہیں۔ بلکہ ہماری خوشی اپنے حاکم انگریزوں کو محکُوم دیکھنے میں ہے۔ اس ذہنیت کے ماتحت کس طرح کوئی خیال کرسکتا ہے۔ کہ آئندہ ہندوستان کی اکثریت والی قوم یعنے

ہندوؤں اور انگریزوں میں کبھی صُلح ہوسکتی ہے

مان لیا۔ کہ انگریز سختی سے اس تحریک کو وقتی طور پر دبا سکتے ہیں۔ مگر اس طرح قلوب کی آگ تو بجھ نہیں سکتی۔ آئرلینڈ میں بھی ایسا ہی ہؤا تھا۔ آئرلینڈ کتنا چھوٹا سا ملک ہے۔ مگر وہاں کے لوگوں نے اپنے حقوق کے متعلق جدوجہد کی۔ جب ان کے مطالبات کو نہ مانا گیا۔ تو انہوں نے فساد کئے۔ بغاوتیں کیں۔ اور چاہا۔ کہ انہیں کسی طرح آزادی مل جائے۔ مگر جب اس طرح بھی اُنہیں آزادی نہ ملی۔ تو اُن کے دل سخت ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ جب انہیں آزادی ملی۔ تو انہوں نے ساتھ ہی

انگلستان سے علیحدہ ہونے کا اعلان

کردیا۔ باوجود اس کے کہ آئرلینڈ کے دوست امریکہ نے زور دیا۔ کہ وُہ ایسا نہ کرے۔ مگر پھر بھی انہوں نے انگلستان سے اپنے آپ کو علیحدہ کرلیا۔ جو کچھ آئرلینڈ کے ڈی ویرا نے وہاں کیا ہے۔ تم یقیناً سمجھ لو۔ کہ

ہندوستان کا گاندھی

بھی اس ملک میں وہی کچھ کرے گا۔ اُس سے یہ امید کرنا کہ اتنی لمبی بحث۔ اور لڑائی کے بعد وُہ انگریزوں سے صلح کرلے گا۔ بہت بڑی نادانی ہے۔ گاندھی جی کے ساتھ سیاسی لحاظ سے ہمیں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اور ہندوستانیوں کو اٹھانے۔ اور بیدار کرنے کے لئے انہوں نے جدوجہد سے کام لیا ہے۔ گو اُن کا نقطۂ مرکزی ہندو قوم ہی ہے اور ہندُو قوم کی اکثریت کو ہندوستان سمجھ لینا۔ گو ایک سیاسی غلطی ہے۔ مگر ان کی قربانیوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا آدمی جس نے سوئے ہوئے

تیس کروڑ آدمیوں کو جگایا

جس نے ان کے دلوں میں آزادی کی آگ لگادی۔ اور جس نے انہیں اپنے ملک کی آزادی کے لئے تیار کردیا۔ جو ایسے وقت میں ملک کی خدمت کے لئے اٹھا۔ جبکہ اس کی عمر باون ۵۲ سال کے قریب تھی۔ اور جس نے اس غرض کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ ان تمام قربانیوں، اور کوششوں کے بعد طبعی طور پر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کہ میں ہندوستان کو اپنی زندگی میں ہی آزاد دیکھوں گا۔ اور میں اس خوشی میں مروں گا۔ کہ میں نے اپنے ملک کو غلامی سے نکال کر حکومت کے بلند مقام تک پہونچا دیا۔ مگر رفتہ رفتہ اس کی یہ امید مایوسی سے بدلنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ میری عمر ختم ہوتی جا رہی ہے۔ میرا بڑھاپا بڑھتا جا رہا ہے۔ میری سیدھی کمر خم ہونے لگی ہے۔ میرا اعصاب دماغ پراگندگی کے آثار محسوس کرنے لگا ہے۔ لیکن ہندوستان نے ابھی آزادی کی ہوا تک نہیں کھائی۔ تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ ایسے آدمی کی غصہ سے کیا کیفیت ہوگی۔ وہ اس آگ کو کتنا ہی دبائے۔ اس کے دماغ میں ہر وقت یہ شعلہ اٹھ رہا ہوگا۔ کہ میری

ساری امیدوں پر پانی پھر گیا

میری محنت اکارت چلی گئی۔ اور میری جدوجہد نے کوئی پھل پیدا نہ کیا۔ میں مر جاؤں گا۔ تو شاید میری ان ساری قربانیوں کے بعد ہندوستان کی آزادی کا سہرا کسی ایسے لیڈر کے سر بندھیگا۔ جس نے میرے برابر تو کیا۔ مجھ سے ہزاروں حصے کم بھی قربانیاں نہیں کی ہونگی۔ اور میں اپنے ملک کو غلام دیکھنے کی حالت میں ہی مٹی کے نیچے دفن ہو جاؤں گا۔ یا آگ میں جل کر فنا ہو جاؤنگا تم اگر ذرا بھی قوت فکریہ سے کام لو۔ تو تم اس کی دماغی حالت کے سمجھنے میں کچھ نہ کچھ کامیاب ہو سکتے ہو۔ پس ایک انسان کمزور انسان جسے خدا کی مدد حاصل نہیں۔ گو وہ مونہہ سے کہتا ہے۔ کہ مجھے اندرونی آواز سنائی دیتی ہے۔ مگر درحقیقت وہ اس کے نفس کا دھوکہ ہے۔ اسے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس مایوسی کی حالت میں اس کے اندر کتنا غصہ پیدا ہوتا ہوگا۔ اور اسے انگریزوں کے خلاف کتنا جوش آتا ہوگا۔ اب اس کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ جنگ کے بعد جب جرمنی اپنی جگہ چلا جائیگا اور جاپان اپنی جگہ وہ انگریزوں سے صلح کرے گا۔ اور کہے گا آؤ ہم ملکر ایک حکومت قائم کرلیں، یہ ناممکن بات ہے۔ اب انگریزوں کے خلاف سیاسی ہندوستانیوں کے دلوں میں ایسا کینہ اور بغض پیدا ہو چکا ہے۔ کہ جب بھی حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ آئی یہاں کی اکثریت انگریزوں کو ہندوستان سے الگ کرنے کی کوشش کرے گی۔

ادھر مسلمانوں کی جو کیفیت ہے۔ وہ بھی ویسی ہی دردناک ہے۔ مسلمانوں نے پہلے ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ اور گو

خلافت موومنٹ

کی گاندھی جی نے تائید کی۔ لیکن درحقیقت انہوں نے خلافت موومنٹ کے پردہ میں ہندوستان کی آزادی کی بنیاد رکھ دی اور خلافت کی تحریک ان کے مقصد کو تقویت دینے والی بن گئی۔ اگر اس وقت ہندوستان میں خلافت کی تحریک جاری نہ ہوتی۔ تو کانگرس کبھی اتنی مضبوط نہ ہوتی۔ جتنی اس وقت مضبوط ہے۔ ممکن ہے وہ کسی قدر طاقت حاصل کر لیتی۔ مگر موجودہ طاقت کا وہ سینکڑواں حصہ بھی نہ ہوتی۔

مسلمان بیشک نظام میں کمزور ہے

مگر وہ سپاہی اچھا ہے۔ وہ اپنی ذات میں خود نظام قائم کرنے میں ڈھیلا ہے اس لئے کہ وہ خدا سے دُور جا پڑا۔ اس کی تمام ترقی خدا تعالےٰ کے احکام پر عمل کرنے اور اس کے راستہ پر چلنے میں مرکوز ہے۔ مگر چونکہ وُہ خدا سے دور جا پڑا۔ اس لئے وُہ ترقی سے بھی محروم ہو گیا۔ لیکن سپاہی آج بھی وُہ اچھا ہے۔ اور آج بھی

مسلمان جان دینے میں دوسروں سے زیادہ دلیر ہے۔

بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ گاندھی جی کو مسلمانوں نے بڑا بنایا۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ مولوی محمد علی اور مولوی شوکت علی کو بھی گاندھی جی نے بنایا۔ گاندھی کا نظام کو قائم رکھنے والا ہاتھ اگر ان کے ساتھ نہ ہوتا۔ تو وہ اتنا کام نہ کر سکتے جتنا انہوں نے کیا۔ بہر حال ایسے شخص کی ہدایت کے ماتحت جو تنظیم کی قوت اپنے اندر رکھتا تھا۔ انہوں نے ہندوستان کو ابھارا۔ اور

مسلمانوں اور ہندوؤں میں

وقتی طور پر ایسا اتحاد قائم ہو گیا۔ کہ مسلمانوں نے سمجھا۔ اب ہمیشہ کے لئے انکا آپس میں بھائی چارا قائم ہو گیا ہے۔ مگر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ مسلمانوں نے دیکھا جس طرح پہلے رام چند دفاتر میں مسلمانوں کی ملازمت میں روک بنتا تھا۔ اسی طرح آج بھی رام چند یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ عبد الرحمٰن کو کوئی ملازمت ملے۔ جس طرح پہلے دیوی دیال مسلمانوں کا ہاتھ کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ چھو جانے کی وجہ سے انہیں نجس اور ناپاک سمجھتا تھا۔ اسی طرح آج بھی دیوی دیال یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی مسلمان اس کے کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگائے بلکہ پہلے سے زیادہ اس کے دل میں مسلمانوں کی نفرت پیدا ہو چکی ہے۔ تین چار سال تو انہوں نے تجربہ میں گزارے۔ مگر پھر مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور ان میں

بغاوت کے آثار

پیدا ہونے شروع ہوئے۔ لیڈروں نے ان کو روکنا چاہا مگر مسلمانوں کی بغاوت بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ان کی اکثریت گاندھی جی سے الگ ہو گئی۔ اور لیڈروں نے بھی محسوس کیا۔ کہ اب ان کی صرف لیڈری ہی لیڈری رہ گئی ہے۔ مسلمان ان کے ساتھ نہیں رہے۔ تب انہوں نے بھی گاندھی جی کو چھوڑ دیا۔ اور مسلمان پبلک سے آملے۔ اس کے بعد بار بار مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ

سمجھوتہ کی کوشش

کی۔ مگر ہندوؤں نے ہر بار یہی کہا کہ پہلے ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ طے ہو جانا چاہیئے۔ اس کے بعد تمہارے حقوق کا خیال رکھ لیا جائے گا۔ آخر جو کیفیت ہندوؤں کے دل کی انگریزوں سے سمجھوتہ نہ ہوتے دیکھ کر ہو گئی تھی۔ وہی کیفیت مسلمانوں کے دل کی ہندوؤں سے سمجھوتہ نہ ہوتے دیکھ کر ہو گئی۔ چنانچہ ایک طرف اگر گاندھی جی نے ایک

لمبے تجربہ کے بعد

اعلان کر دیا۔ کہ اب ہم انگریزی حکومت کے ماتحت نہیں رہ سکتے۔ ہم پہلے آزادی حاصل کریں گے۔ اور پھر سوچیں گے۔ کہ انگریزوں سے کیسے تعلقات رکھیں، تو دوسری طرف مسلم دُنیا نے بھی یہ اعلان کر دیا۔ کہ ہم ایک لمبے تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ

ہم ہندو اکثریت کے ماتحت نہیں رہ سکتے

ہم پہلے آزادی حاصل کریں گے۔ اور پھر سوچیں گے۔ کہ ہندوؤں کے ساتھ ہمارے کیسے تعلقات ہوں گے۔ گویا جو آواز گاندھی جی نے انگریزوں کے مقابلہ میں بلند کی۔ وہی آواز مسلمانوں نے ہندوؤں کے مقابلہ میں بلند کر دی۔ اور جو کیفیت تعلیم یافتہ ہندوؤں کے دلوں میں انگریزوں کے متعلق پیدا ہوئی تھی۔ وہی کیفیت تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں ہندوؤں کے متعلق پیدا ہو گئی۔

ان حالات میں جس وقت بھی جنگ ختم ہو گی۔

اندرونی فسادات

پہلے سے بہت زیادہ ہوں گے۔ کیونکہ چالیس کروڑ آبادی اور بیدار آبادی کو انگریز زیادہ دیر تک اپنے ماتحت نہیں رکھ سکتے۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ انہیں ہندوستانیوں کو آزادی ضرور دینی پڑے گی۔ مگر اس کے بعد

دو ۲ خطرناک لہریں

اٹھیں گی۔ جو ملک میں پھیل جائیں گی۔ ایک طرف ہندو اکثریت ہو گی۔ جو برٹش ایمپائر سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے درپے ہو گی۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کی چیخ ہو گی۔ جو ہندو اکثریت کے مقابلہ میں بلند ہو گی۔ ان

دو ۲ زبردست تحریکوں کے نتیجہ میں

کوئی شخص یہ خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کہ

بہترین نتائج کے لئے ہمیشہ جادو اثر

بائیو کیمک دوائیں

ہماری تیار شدہ (پوڈر) اور امریکن (ٹکیاں)، استعمال کریں۔ نرخ بالکل واجبی ایک بار تجربہ سے ہماری دیانتداری خوش معاملگی اور سچائی کا امتحان کریں کتابیں بھی مل سکتی ہیں۔

دی بائیولاجیکل فارمیسی
موچی گیٹ۔ نور گلی۔ لاہور

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہندوستان میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اس وقت دو فوجیں تیار ہو رہی ہیں۔ ایک فوج اپنے آپ کو برٹش ایمپائر سے نکالنے کے لئے کوشش کرے گی۔ اور ایک فوج ہندو اکثریت کو اپنے اوپر غالب آنے سے روکے گی۔ پھر یہ

دو فوجیں

کسی دو علاقوں میں نہیں۔ کہ انسان سمجھے میں کسی کونے میں جا بیٹھوں گا۔ اور اس طرح امن میں رہوں گا۔ بلکہ یہ فوجیں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر گاؤں میں یہ دونوں فوجیں موجود ہیں۔ ہر قصبہ میں یہ دونوں فوجیں موجود ہیں۔ ہر شہر میں یہ دونوں فوجیں موجود ہیں۔ ہر ضلع میں یہ دونوں فوجیں موجود ہیں۔ ہر صوبہ میں یہ دونوں فوجیں موجود ہیں۔ اس لئے جس وقت یہ لڑائی چھڑ جائے گی۔ یہ ایک صوبہ کی لڑائی نہیں ہو گی۔ یہ ایک ضلع کی لڑائی نہیں ہو گی یہ ایک علاقہ کی لڑائی نہیں ہو گی۔ بلکہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں۔ اور گھر گھر کی لڑائی ہو گی۔ پس یہ مت خیال کرو۔ کہ بدامنی کی موجودہ رو کو دور کرنے کے لئے میری طرف سے جو اعلان کیا گیا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ اعلان قائم ہے۔ اور قائم رہے گا۔ جب تک اس قسم کی تمام بدامنیوں اور فسادات کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔

علاوہ ازیں اس بات کو بھی یاد رکھو کہ

موجودہ جنگ کے بعد

ایک عظیم الشان خلا پیدا ہو جائے گا۔ ایسا خلا کہ اس سے پہلے ایسا خلا بہت کم پیدا ہوا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا یہ قانون ہے۔ کہ خلا کبھی قائم نہیں رہ سکتا بلکہ وہ ضرور پُر کیا جاتا ہے پس وہ عظیم الشان خلا جو ایشیا اور یورپ میں پیدا ہونے والا ہے۔ اس کو کوئی نہ کوئی قوم ضرور پُر کرے گی۔ اور درحقیقت وہی قوم دنیا کے مستقبل کی ذمہ وار قرار دی جا سکتی ہے۔ جس قوم کو یہ توفیق مل جائے گی۔ کہ وہ اس خلا کو بھر دے۔ اسی قوم کو یہ توفیق بھی ملے گی۔ کہ وہ آئندہ دنیا کی راہنما بنے ہم نہیں جانتے کہ

ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے کیا مستقبل مقدر کیا ہوا ہے

لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں۔ کہ اس خلا کا مذہبی حصہ پُر کرنا خدا تعالےٰ نے ہمارے ذمہ رکھا ہوا ہے۔ مگر کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ خلا دنیا میں آسانی سے پُر ہو جایا کرتے ہیں۔ کوئی خلا آسانی سے پُر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی قوم خلا کو پُر کر سکتی ہے جو خون کی ندیوں میں سے چلتی ہوئی آئے۔ آج تک دنیا میں کبھی کسی قوم نے خلا پُر نہیں کیا۔ جب تک پہلے وہ اپنی گردنوں کو کٹوانے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ جب تک وہ پہلے وطن سے بے وطن ہونے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ جب تک وہ پہلے اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئی جب تک وہ پہلے اپنی عزتوں کو قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دنیا کے اس

خلا کو پورا کرنے کا وقت

کب آئے گا۔ مگر ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس خلا کا مذہبی حصہ پُر کرنا خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے تمہیں بارہا سمجھایا ہے کہ

تم یہ مت سمجھو

کہ ہم چونکہ تبلیغی جماعت ہیں۔ اس لئے کوئی دشمن ہماری گردنوں کو نہیں کاٹے گا۔ ایسا خیال کرنا اول درجہ کی نادانی اور حماقت ہے۔ میں نے بار بار تمہارے ذہنوں سے اس بات کو نکالا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جب بھی کوئی ایسا ذکر آئے۔ ہماری جماعت کے بعض لوگ فوراً کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ یہ کیسی بے وقوفی کی بات ہے ہم تبلیغ کرنے والے ہیں۔ لڑنے والے کہاں ہیں۔ کہ ہماری گردنیں کاٹنے کے لئے قومیں آگے بڑھیں گی۔ مگر یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے۔ دنیا میں

ہمیشہ مبلغوں کی گردنیں کاٹی جاتی ہیں

مسیحیوں کی تین سو سال تک گردنیں کاٹی گئیں۔ حالانکہ مسیحی جنگ سے جتنے متنفر تھے۔ اتنے ہم نہیں۔ ہمیں تو اسلام وقت پر لڑائی کی اجازت دیتا ہے۔ مگر مسیحیوں کو لڑائی کی کسی صورت میں اجازت نہیں تھی۔ لیکن باوجود اس کے ان کی گردنیں کاٹی گئیں۔ اور سینکڑوں سال تک کاٹی گئیں۔ اسی طرح جب ہم بھی صحیح معنوں میں تبلیغ کریں گے۔ تو دنیا اس بات پر مجبور ہو گی۔ کہ ہماری گردنوں کو کاٹے۔ ابھی تک تو ہم نے تبلیغ کو اس رنگ میں جاری ہی نہیں کیا۔ کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کی گردنیں کاٹی جائیں۔ تمہارا مبلغ امریکہ میں گیا۔ اور اسے وہاں کی حکومت نے نکال دیا۔ مگر تم نے کیا کیا۔ تم انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بیٹھ گئے۔ مگر

جب حقیقی تبلیغ کا وقت آئے گا

اس وقت یہ طریق اختیار نہیں کیا جائیگا۔ فرض کرو تمہارا مبلغ امریکہ میں جاتا ہے۔ اور اسے وہاں کی حکومت نکال دیتی ہے۔ تو اس وقت یہ نہیں ہوگا۔ کہ تم خاموشی سے گھروں میں بیٹھ رہو۔ بلکہ تمہارا دوسرا مبلغ اس جگہ جائے گا۔ اس کو نکال دیا جائے گا۔ تو تیسرا مبلغ جائیگا۔ اس کو نکال دیا جائے گا۔ تو چوتھا مبلغ جائے گا۔ اسی طرح ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے اور تیسرے کے بعد چوتھے شخص کو وہاں جانا پڑے گا اور جب اس طرح بھی کوئی اثر نہیں ہوگا تو ہزاروں شخصوں سے کہا جائے گا۔ کہ وہ اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ اور خواہ انہیں بھوکا رہنا پڑے۔ خواہ پیاس کی تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ خواہ پیدل سفر کرنا پڑے وہ جائیں۔ اور اس ملک میں داخل ہو کر تبلیغ کریں۔ جس ملک میں داخل ہونے سے حکومت نے روک رکھا ہے۔ ایسی صورت میں کیا تم سمجھتے ہو۔ امریکہ والے تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ وہ ہر اس شخص کو جو ان کے ہاتھ آئے گا قتل کریں گے اور کوشش کریں گے۔ کہ ان کے ملک میں ہمارا کوئی مبلغ داخل نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود جو مبلغ داخل ہونے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ ایسی شان کا مبلغ ہو گا۔ کہ امریکہ کے لوگ خود بخود اس کی باتیں سننے پر مجبور ہوں گے۔ مگر اب تو یہ ہوتا ہے۔ کہ سیکنڈ یا تھرڈ کلاس میں ایک شخص سفر کرتا ہوا جاتا ہے اسے ہر قسم کی سہولتیں میسر ہوتی ہیں۔ اور وہ کسی غیر ملک میں جا کر تبلیغ کرنے لگ جاتا ہے۔ ایسا شخص

مبلغ نہیں سیاح

ہے۔ مبلغ تو ہیں وہی ہیں۔ کہ جب حکومتیں انہیں اپنے ملک میں داخل ہونے سے روکتی ہیں۔ تو وہ خاموش نہیں بیٹھ جاتیں۔ بلکہ اپنی تجارت۔ اپنی زراعت۔ اپنی ملازمت اور اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکل کھڑی ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر شخص یہ تہیہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ کہ اب میں اس ملک میں داخل ہو کر رہوں گا۔ اور تبلیغ کروں گا۔ ایسی صورت میں

دو ہی باتیں

ہو سکتی ہیں یا تو حکومت رستہ دے اور مبلغوں کو اپنے ملک میں داخل ہونے دے یا انہیں داخل نہ ہونے دے۔ اور ان سب کو اپنے حکم سے مروا ڈالے۔ اور یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اگر حکومت رستہ دے گی تو تم تبلیغ میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اگر حکومت تمہیں مارے گی تو تم

خون کی ندی میں بہ کر

اپنی منزل مقصود کو پہنچو گے۔

پس یہ مت خیال کرو۔ کہ مبلغوں کے لئے قربانیاں نہیں ہوتیں۔ وہ تبلیغ جو ملکوں کو ہلا دیتی ہے۔ ابھی تک ہم نے شروع ہی نہیں کی۔ لیکن اب اس جنگ کے بعد غالباً زیادہ انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اور تمہیں ان

قربانیوں کیلئے اپنے گھروں سے باہر نکلنا پڑے گا

مگر تم میں سے کتنے ہیں جو یہ قربانیاں کر سکتے ہیں کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ سلسلہ کا خزانہ ان سب کے اخراجات برداشت کرے گا۔ اور اگر دو چار لاکھ آدمی ہماری جماعت میں سے نکل کھڑے ہوں تو سلسلہ کے خزانہ سے ان کو مدد دی جائے گی سلسلہ کا خزانہ تو ان کے دسویں۔ سوویں۔ ہزارویں۔ بلکہ دس ہزارویں حصہ کو خالی روٹی بھی مہیا نہیں کر سکتا۔ کجا یہ کہ ان کے دوسرے اخراجات برداشت کرے۔ تب کیا ہو گا۔ یہی ہو گا۔ کہ تمہیں کہا جائے گا۔ تم کشکول ہاتھ میں لیکر نکل کھڑے ہو۔ اور فیصلہ کر لو۔ کہ جب تک اس ملک کی تبلیغ کا راستہ نہیں کھلتا تم واپس نہیں آؤ گے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جو لوگ آج

قربانیوں کے دعوے

کرتے ہیں۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ کل اگر اُن سے اسی رنگ میں قربانیوں کا مطالبہ کیا گیا۔ تو وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے نکل کھڑے ہونگے۔ مَیں سمجھتا ہوں۔ قربانیوں کا دعویٰ کرنا آسان ہوتا ہے۔ اور شائد اگر موت کا سوال ہوتا۔ تو ہم میں سے ہر شخص اپنی جان دینے کے لئے آگے آ جاتا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا وہ اس بات کے لئے تیار ہیں۔ کہ اگر انہیں سلسلہ کی طرف سے تبلیغ کے لئے غیر ممالک میں نکل جانیکا حکم ملے تو وہ گھر میں آئیں۔ سوٹی ہاتھ میں پکڑیں۔ اور اپنی بیوی سے کہیں۔ یہ سب گھر کی چیزیں تمہارے پاس ہیں۔ تم چکی پیسو۔ اور اپنا اور اپنے بچوں کا گذارہ کرو۔ میں امریکہ یا جرمنی یا روس جا رہا ہوں۔ کیونکہ وہاں کی حکومت نے ہمارے مبلغ کو نکال دیا ہے۔ اسی طرح ہر احمدی اپنے اپنے گھر کے دروازے بند کر کے۔ اور سوٹی ہاتھ میں لے کر نکل کھڑا ہو۔ اور اُس کے دل میں ذرا بھی یہ احساس نہ ہو۔ کہ اسکی بیوی اور بچوں کا کیا بنے گا۔ اور وہ کسطرح گذارہ کریں گے۔ اگر یہ زمانہ آ جائے۔ تو تم خود ہی غور کر لو۔ کہ تم میں سے کتنے ہیں۔ جو اپنے نفس کو اس قسم کی قربانی پر تیار پاتے ہیں۔

تم مت سمجھو۔ کہ یہ وقت دُور ہے

اب وہ دن جن میں جماعت کو اس رنگ میں قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ دُور نہیں معلوم ہوتے بلکہ بہت ہی قریب آپہنچے ہیں۔ اور جنگ کے بعد کے قریب ترین عرصہ میں ہمیں ان قربانیوں کو پیش کرنا ہوگا۔ تیاری کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

کام کا وقت نزدیک آگیا ہے

اس لئے یہ خیال اپنے ذہنوں میں سے نکال دو۔ کہ ہم لڑنے والی قوم نہیں ہیں۔ تم خون کی ندیوں میں چلنے کے لئے تیار رہو۔ اپنی گردنیں دشمنوں کے ہاتھوں کٹوانے کے لئے آمادہ رہو اور اس بات کو سمجھ لو۔ کہ اس قسم کی قربانیوں کے بغیر جماعتی ترقی ناممکن ہے۔ یہ خیال اپنے دلوں میں کبھی مت آنے دو کہ چونکہ تم امن سے رہتے ہو۔ فتنہ و فساد میں حصہ نہیں لیتے۔ اس لئے دنیا تمہارا خون نہیں بہائیگی۔ با امن قوموں کو بھی دنیا میں مارا جاتا ہے۔ اور ان پر بھی ایسا وقت آتا ہے جب انہیں کہا جاتا ہے کہ

مرتے جاؤ اور بڑھتے جاؤ

مگر میرے لئے ابھی جماعت کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اس میں ہر شخص اس رنگ میں قربانی کرنے کیلئے تیار ہوگا ابھی چند دن کی بات ہے۔ ہماری جماعت کے

ایک دس سالہ بچّے نے

مجھے ایک خط لکھا۔ جسے پڑھ کر مجھے حیرت بھی آئی۔ اور خوشی بھی۔ اس نے اپنے خط میں لکھا۔ کہ آپ ہمیشہ اپنے خطبات اور تقریروں میں جماعت کو قربانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی کہتے ہیں۔ کہ ابھی جماعت اس کے لئے پورے طور پر آمادہ نہیں ہوئی۔ آپکا یہ خیال نوجوانوں کی نسبت صحیح نہیں۔ وقت آنے پر آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جماعت کا ہر نوجوان اپنے آپ کو موت کے مونہہ میں ڈالنے کے لئے تیار ہے۔ مجھے اس بچے کا یہ خط پڑھ کر مزہ تو بہت آیا۔ مگر مزہ ضرورت کو پورا نہیں کر دیا کرتا۔ جس قسم کی قربانیوں کی ہماری جماعت کو ضرورت ہے۔ اور جس قسم کی قربانیوں سے کام لیکر ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اُنکا تو خیال کر کے بھی دل کانپ جاتا ہے۔ لرز اٹھتا ہے۔ کہ نہ معلوم جماعت اس بوجھ کو اٹھا سکیگی یا نہیں۔

وہ لوگ

جو ابھی نمازوں میں ہی سُست ہیں۔ وہ لوگ جو ابھی اپنی زبان کو ہی گالیوں سے نہیں روک سکتے۔ وہ لوگ جو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اُن سے میں یہ کب امید کر سکتا ہوں۔ کہ وقت آنے پر وہ دین کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار ہونگے۔ وہ اس بات کیلئے تو تیار ہونگے کہ جب دس بیس آدمی ہماری جماعت میں سے اپنی جانیں قربان کرنے کا عہد کر کے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ تو وہ واہ وا اور شاباش کہنے لگ جائیں۔ مگر یہ کہ وہ سارے ہی اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ اور اس روک کو ہٹانے کے لئے تیار ہو جائیں جو تبلیغ کے راستہ میں واقعہ ہو۔ اور جس کو ہٹائے بغیر صحیح طور پر تبلیغ نہ ہو سکتی ہو۔ اس کو ماننا ابھی میرے لئے مشکل ہے۔ ہاں میں

اللہ تعالےٰ سے دُعا

کرتا ہوں۔ کہ جب وہ وقت آئے۔ تو ہم میں سے ہر ایک کو۔ خواہ مرد ہو۔ یا عورت اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ کہ وہ اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے آگے نکل آئے۔ تاکہ ہم اس کے انعام کو حاصل کرنے والے ہوں۔ اُسے ناراض کر کے اپنی عاقبت تباہ کرنے والے نہ ہوں۔ اگر

ہماری جماعت کا ہر فرد

اس رنگ میں قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ تو فتح اور کامیابی کا دن ہمارے لئے جلد سے جلد آسکتا ہے۔ ورنہ اس دن کا خوشنما منظر ہمارے سامنے نہیں آ سکتا۔

خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ وقت کب آئیگا۔ اور اللہ ہی جانتا ہے۔ کہ یہ آواز میری زبان سے بلند ہوگی۔ یا کسی اور شخص کی زبان سے۔ مگر میں یہ تمہیں صاف صاف اور واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ جس دن تک یہ آواز بلند نہیں ہوگی۔ اور جس دن تک ہماری جماعت اس آواز پر لبیک نہیں کہے گی۔ صرف زبان سے نہیں۔ بلکہ اپنے عمل سے۔ اس وقت تک

احمدیت کی ترقی کا دن

نہیں چڑھ سکتا۔ اور کبھی نہیں چڑھ سکتا۔

سرمہ ممیرا خاص

آنکھیں ایک نعمت ہیں۔ اگر آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف ہو یا نظر کمزور ہو۔ سرمہ ممیرا خاص استعمال کریں۔ قادیان کے بڑے بڑے گھروں میں استعمال اور مقبول ہو چکا ہے۔

قیمت فی تولہ عہ۔ چھ ماشہ عہ۔ تین ماشہ ۱۲؍

اکسیر نزلہ

پُرانا نزلہ یا بار بار ہونیوالا نزلہ بیماریوں کی جڑھ ہے۔ اس کا بہترین علاج اکسیر نزلہ ہے۔

قیمت یکصد قرص عہ

ملنے کا پتہ

دواخانہ خدمتِ خلق قادیان پنجاب

خطبہ نمبر کے خریدار نوٹ فرمالیں

ذیل میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی درج ہیں۔ جن کا چندہ ختم ہو چکا ہے یا ۳۰ ستمبر ۱۹۴۲ء تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ تمام اصحاب سے گذارش ہے کہ وہ بہت جلد اپنا چندہ ارسال فرمادیں۔ جن اصحاب کی طرف سے ۱۰ ستمبر ۴۲ء تک چندہ وصول نہ ہوگا۔ ان کے نام ۱۰ تاریخ کے بعد جو خطبہ شائع ہوگا۔ وی۔ پی۔ ہوگا۔ مینیجر الفضل

۱۹۲۔ میاں نصیر الدین فیروز الدین صاحب	۹۰۱۔ نفضل محمد صاحب	۱۱۸۹۔ چوہدری نذیر احمد صاحب
۵۱۳۔ مستری مولا بخش صاحب	۹۲۹۔ میاں عبدالحق صاحب	۱۱۹۱۔ ڈاکٹر محمد نوشاد خان صاحب
۵۶۱۔ ابوالقاسم خان صاحب	۱۰۱۳۔ ایم۔ ڈی مظفر محمود صاحب	۱۱۹۲۔ بابو محمد جمیل خان صاحب
۵۵۴۔ غلام علی صاحب	۱۱۵۶۔ رحمت اللہ صاحب	۱۱۹۶۔ محمد احسن خان صاحب سٹوڈنٹ
۵۶۲۔ سلیمان خان صاحب	۱۱۷۱۔ حافظ عبدالعزیز صاحب	۱۱۹۷۔ مستری علی محمد صاحب
۶۵۴۔ محمد عرفان خان صاحب	۱۱۷۲۔ چوہدری محمد شفیع صاحب	۱۱۹۹۔ " عنایت اللہ صاحب
۶۶۳۔ مستری محمد حسین صاحب	۱۱۷۶۔ مستری قدیر احمد صاحب	۱۲۰۱۔ مولوی محمد نور الدین صاحب
۶۶۷۔ محمد ابراہیم صاحب	۱۱۷۷۔ میاں فیروز الدین صاحب	۱۲۰۳۔ محمد احمد صاحب
۶۷۷۔ ملک علی بخش صاحب	۱۱۷۹۔ سید وزارت حسین صاحب	۱۲۰۶۔ محمد ابراہیم صاحب
۶۹۵۔ ڈاکٹر عبدالحق صاحب	۱۱۸۰۔ نورالدین صاحب منیر	۱۲۰۸۔ حسن محمد صاحب
۷۲۱۔ مسز غلام سرور صاحب	۱۱۸۱۔ چوہدری محمد نذیر صاحب	۱۲۰۹۔ بشیر حسین شاہ صاحب
۷۴۴۔ عبدالحمید صاحب	۱۱۸۲۔ بیگم محمد اسلم صاحب	۱۲۱۰۔ ماسٹر قمر علی صاحب
۸۴۷۔ فیض الرحمٰن صاحب	۱۱۸۵۔ احمد بخش صاحب	۱۲۱۴۔ مسز ر۔ اے۔ کیو۔ ایچ دین صاحب
۸۵۹۔ خوشی محمد صاحب	۱۱۸۶۔ محمود احمد صاحب	۱۲۲۰۔ آر۔ اے۔ ارشد صاحب
۸۷۷۔ چوہدری بشیر احمد صاحب	۱۱۸۷۔ کریم اللہ خان صاحب	۱۲۲۱۔ چوہدری عبدالباری صاحب
۸۹۸۔ چوہدری مبشر احمد صاحب	۱۱۸۸۔ منشی علی اکبر صاحب	۱۲۳۲۔ سلطان علی محمد علی صاحبان

۱۳۱۷ - محمد رمضان خانصاحب	۱۳۶۹ - ایم اے رشید صاحب	۱۶۰۹ - مرزا علی اکبر صاحب
۱۳۱۸ - ستری محمد الدین صاحب	۱۳۷۵ - منور احمد خان صاحب	۱۶۱۲ - نذیر محمد خان صاحب
۱۳۳۲ - منشی رحمت خانصاحب	۱۳۸۸ - چوہدری عبدالعزیز خانصاحب	۱۶۲۱ - عبدالرشید صاحب
۱۳۳۷ - سیٹھ عبدالرسول صاحب	۱۳۹۱ - سید فضل الرحمن صاحب	۱۶۸۹ - چوہدری احمد الدین صاحب
۱۳۴۰ - قاضی عبدالرحمن صاحب	۱۴۱۱ - چوہدری رحمت اللہ صاحب	۱۶۹۰ - " محمد علی صاحب
۱۳۵۸ - حکیم الدین صاحب	۱۵۴۹ - عبدالغنی خان صاحب	۱۶۹۶ - خدابخش صاحب
۱۳۶۶ - عبدالحکیم صاحب	۱۵۸۷ - اقبال خانم صاحبہ	۱۶۹۷ - محمد ابراہیم صاحب

طبیہ عجائب گھر کے متعلق تازہ رائے

شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول سمندری ضلع لائل پور تحریر فرماتے ہیں۔ "کئی سال ہی مجھے طبیہ عجائب خانہ قادیان دیکھنے کا موقع ملتا رہا حکیم عبدالعزیز خانصاحب کو ہمیشہ اُسے نہایت ہی بارونق بنانے کا اشتیاق رہا ہے۔ اور اس بارے میں وہ بہت حد تک کامیاب ہوئے ہیں قیمتی پتھر مثلاً یاقوت۔ زمرد۔ نیلم وغیرہ اتنی اقسام کے موجود ہیں کہ جتنا اُن اشیاء کو دیکھا جائے۔ اتنا ہی دلچسپی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور انسان بہت ہی متأثر ہوتا ہے۔ حکیم صاحب نہایت محبت اور اخلاص سے اشیاء موجودہ دکھاتے ہیں۔ اور ایسے اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی چیز خریدنے کو دل چاہتا ہے بعض مفردات و مرکبات کا قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ اور چند ایک ادویہ جو خریدی گئیں۔ نہایت مفید ثابت ہوئیں۔ میں حکیم صاحب کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں مجھے امید ہے۔ قریب مستقبل میں یہ عجائب خانہ اور بھی شاندار ہو جائیگا۔"

ہر قسم کے مفردات و مرکبات ملنے کا پتہ:۔ **طبیہ عجائب گھر قادیان**

شباکن دنیا بھر میں مشہور ہو چکی ہے

شباکن ملیریا کا کامیاب علاج ہے۔ شباکن پنجاب کے علاوہ سندھ۔ بنگال بہار یوپی اور ہندوستان کے باہر بھی جا رہی ہے۔ ابھی ہم کو افریقہ سے چھ درجنوں کا آرڈر آیا ہے۔ ملیریا آرہا ہے آج ہی ایک شیشی خرید یں۔ قیمت یکصد قرص ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ:۔ **دواخانہ خدمت خلق قادیان پنجاب**

کتاب سوانح سلطان صلاح الدین

برادران اسلام علیکم) آجکل جبکہ مسلمانوں کے ملک اور سلطنتیں دوسری اقوام کے غیروں کے حملوں کے نیچے ہر وقت خطرے میں ہیں یہ ضروری ہے۔ کہ مسلم نوجوانوں کو ان کے سلف صالحین کی شجاعت اور بہادری اور مجاہدانہ زندگیوں کے حالات سنائے اور پڑھائے جائیں۔ تاکہ وقتی ضرورت کے مطابق ان میں جوش اور دلیری پیدا ہو۔ ایسے وقت میں ہمارے ایک دوست نے مسلمانوں کے مشہور مجاہد بادشاہ صلاح الدین کی سوانح عمری شائع کی ہے جو ایک انگریز محقق مستشرق کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ اور جلد بہت قابل تعریف ہے۔ اور باوجود اس گرانی کے قیمت صرف چار روپے ہے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:۔

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب احمدی محلہ انصاریاں کوچہ شیخاں پانی پت ضلع کرنال

محترمہ بیگم صاحبہ نواب محمد علی خانصاحب آف مالیر کوٹلہ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو

آپکی نیسرین کریم میں نے ایک مریض کو منگا کر دی تھی۔ ان کا چہرہ مہاسوں (کیلوں) کی کثرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا چیچک نکلی ہوئی ہے۔ اور اس قسم کے ٹیل مہاسے تھے۔ کہ کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تھا مہاسوں کے انجکشن بھی کروا چکی تھیں۔ مگر میں خوشی سے اب یہ لکھنے کے قابل ہوں۔ کہ خدا کے فضل سے نیسرین کریم نے یہ اثر دکھایا ہے۔ کہ اُنکا چہرہ مہاسوں سے پاک ہے اور داغ بالکل معدوم ہو چکے ہیں۔ بلکہ رنگ پہلی پہنسیز سے نکھر آیا ہے۔ اور اب بھی وہ اس خوف سے کہ دوبارہ پھنسیوں کا دورہ نہ ہو جائے۔ اسے برابر استعمال کئے جاتی ہیں۔ اور آپ کی وہ ممنون ہیں۔

نیسرین کریم بلاشبہ کیلوں چھائیوں اور بدنما داغوں الغرض چہرہ اور جلد کی بیماریوں کیلئے اکسیر ہے خوبصورت بناتی ہے۔ خوشبودار ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔ ہر جگہ بکتی ہے۔

اپنے شہر کے جنرل مرچنٹ اور مشہور دوافروشوں سے طلب کریں۔

وی۔ پی منگوانے کا پتہ:۔ **نیسرین فارمیسی مکتسر پنجاب**

MACLIGHT

Digitized By Khilafat Library Rabwah

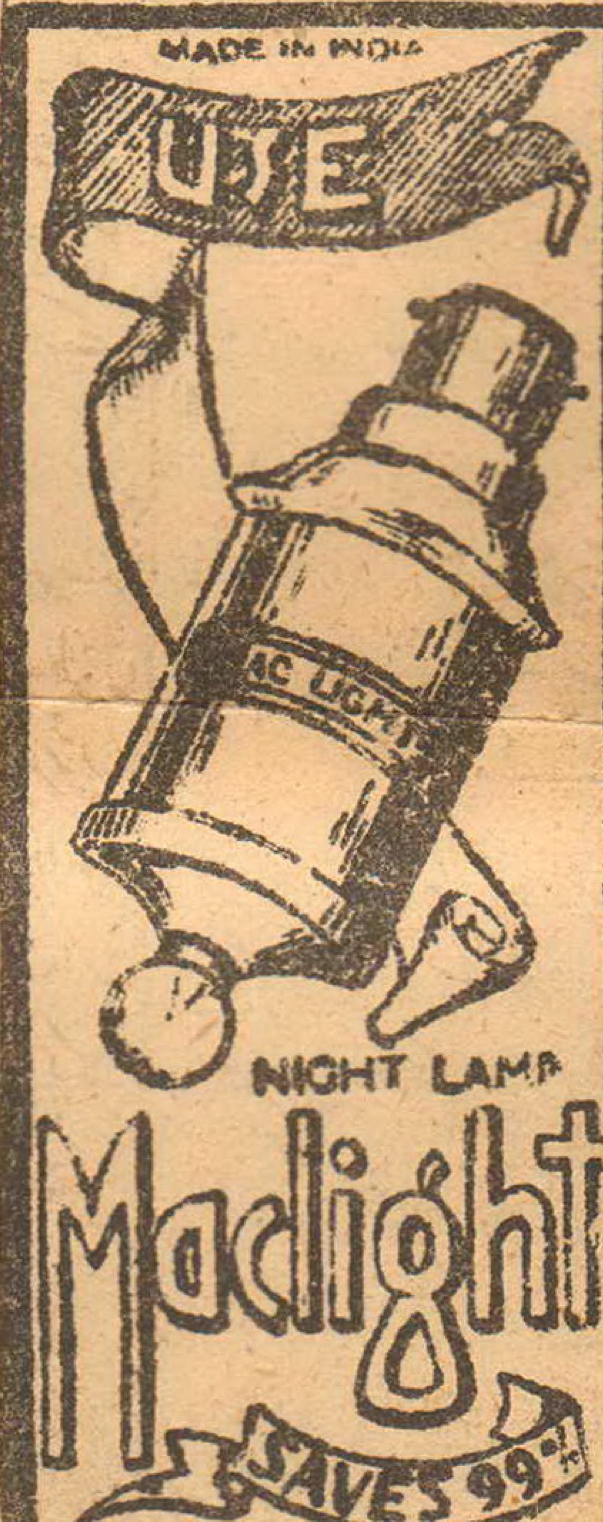

بلیک آؤٹ کے لئے

NIGHT LAMP

اے۔ سی۔ بجلی کے علاقہ کیلئے

نعمتِ عظمےٰ

میک لائٹ (نائٹ لیمپ)

۹۹ فیصدی خرچ میں بچت

روزانہ تمام رات مسلسل جلانے سے تین ماہ میں صرف ایک یونٹ بجلی خرچ کرتا ہے۔ رات کو سوتے وقت اندھیرے گھپ کی بجائے ٹھنڈی آرام دینے والی روشنی۔ بال بچوں والے گھروں کیلئے بیحد ضروری چیز۔ دیکھنے میں خوبصورت۔ عمر میں پائیدار۔ میک لائٹ کے ہر ایک بکس میں ایک سال کی گارنٹی کا لیبل رکھا ہوتا ہے۔

اپنے شہر کے دوکاندار سے طلب کریں۔

میک ورکس قادیان

A.7

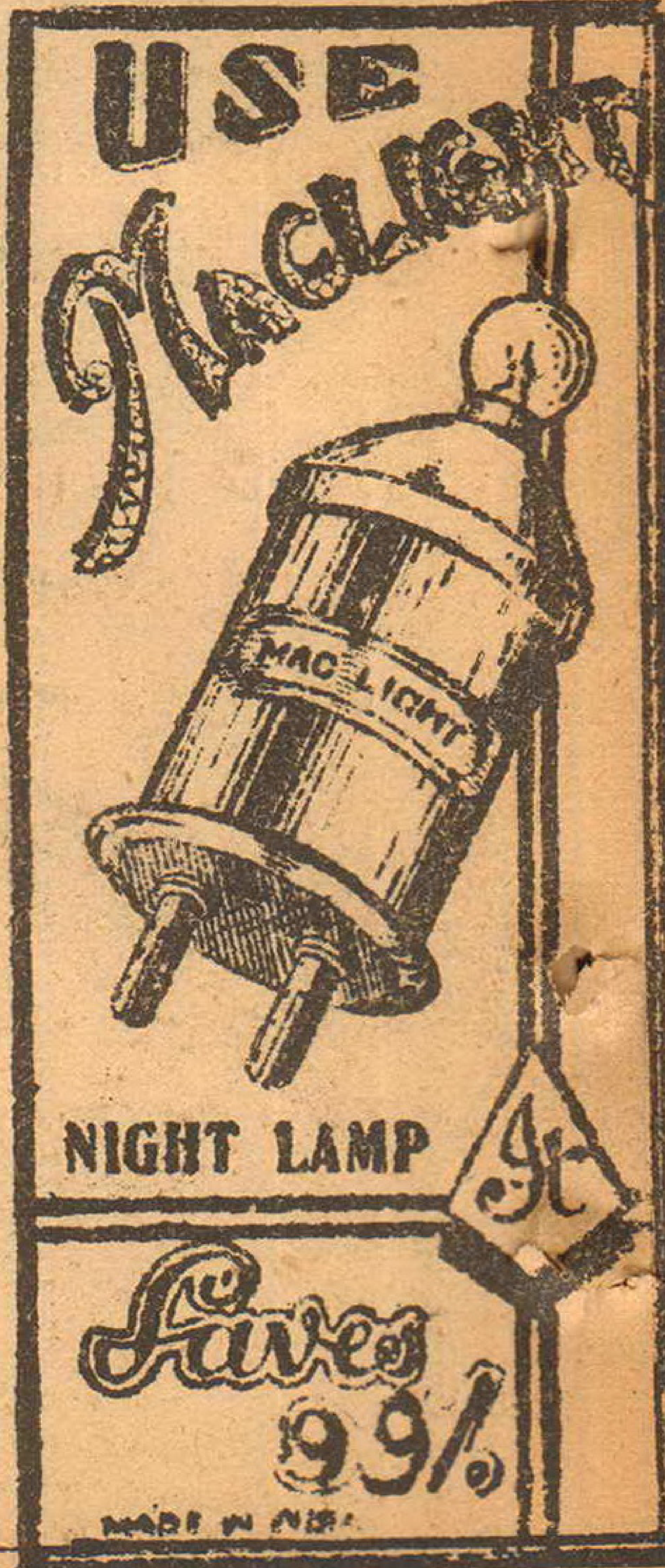

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

قاہرہ ۳ ستمبر- مصر کے مورچہ پر کل کوئی خاص سرگرمی نہیں پائی گئی۔ جنوبی علاقہ میں جہاں لڑائی کا زور تھا۔ اتحادی طیاروں نے دشمن پر بم اور گولے برسائے۔ دشمن اتحادی قلعہ بندیوں میں کمزور جگہ تلاش کرنا چاہتا ہے مگر نہیں سکا۔ ٹینکوں کی لڑائی ایک کافی وسیع علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسمیں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ سہ شنبہ کی صبح کو اتحادی ٹینکوں نے بہت سے جرمن ٹینکوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ امریکن طیاروں نے بحیرہ روم میں دشمن کے جہازوں پر بم باری کی۔ ایک تجارتی جہاز پر بم لگتے دیکھے گئے۔ اور کئی ایک کے قریب پھٹے۔ کریٹ پر بھی چھاپہ مارا گیا۔

لنڈن ۳ ستمبر- مسٹر چرچل نے عراق کے وزیر اعظم نوری سعید کو ایک پیغام ارسال کیا ہے۔ جسمیں اس امر پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ وہ ماسکو کے دورہ کے موقعہ پر بغداد نہ آسکے۔ آپنے کہا کہ عراق کا بچاؤ اتحادی ممالک کا بچاؤ ہے۔ عراق اور ایران کے لئے ایک آزاد کمانڈ کا قیام یقیناً اہل عراق کیلئے وجہ تسلی ہوگا۔ برطانیہ کے ساتھ معاہدات کی شرائط کو عراق گورنمنٹ نے جس خوبی کے ساتھ پورا کیا ہے۔ میں اسکی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عراق کے وزیر اعظم نے جواب میں کہا ہے کہ برطانیہ نے پچھلے زمانہ میں عربوں کی جو امداد کی۔ اسے عرب بھول نہیں سکتے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اتحادیوں کی فتح عربوں کی فتح ہوگی۔

ماسکو ۳ ستمبر- آدھی رات کے روسی اعلان میں کہا گیا ہے کہ کل روسی فوجوں نے دشمن کا سخت مقابلہ کیا۔ شمال مغرب اور جنوب مغرب میں اور نووورسسک کے مغرب میں زور کی لڑائیاں ہوتی رہیں اور کسی محاذ پر کوئی ادل بدل نہیں ہوا۔ جرمن ٹینک دونوں جانب سے سٹالن گراڈ پر بڑھ رہے ہیں۔ مگر شمال میں وہ مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ کیونکہ روسیوں نے انکے دونوں بازوؤں پر حملہ کر دیا ہے۔ ایک بہت بڑی پیدل فوج اور ٹینک دستوں نے شہر میں پہنچنے کی کوشش کی مگر روسیوں نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔ اور باقی جرمن فوج سے کاٹ دیا۔ جنوب مغرب سے جو جرمن فوج ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اسے کمک مل گئی ہے۔ اور وہ یہاں روسی مورچوں میں دراڑ پیدا کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی ہے۔ کراسنڈور کے جنوب میں دشمن کو معمولی سی کامیابی ہوئی ہے۔ نوورسک کی طرف دشمن کی چڑھائی کا زور بڑھ رہا ہے۔ مگر وہ پہاڑی دروں میں پہنچکر بہت پریشان ہو رہا ہے۔ گروزنی کی طرف جرمن پیشقدمی کو روک دیا گیا ہے ماسکو کے فرنٹ پر روسی ریزیف کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ روسی طیاروں نے وارسا میں دشمن کے ٹھکانوں پر حملے کرکے کافی نقصان پہنچایا۔

واشنگٹن ۳ ستمبر- بحرالکاہل کی جنگی کونسل کا اجلاس ہوا۔ جسمیں اس امر پر غور کیا گیا۔ کہ جاپان آگے چل کر کیا کیا چالیں چل سکتا ہے۔ اور آیا وہ روس پر حملہ کریگا یا نہیں۔ چینی نمائندہ نے کہا کہ چینی فوجی افسروں کو پختہ یقین ہے کہ روس پر جاپان ضرور حملہ کریگا۔ اجلاس سے قبل مسٹر روزویلٹ نے چینی نمائندہ سے بات چیت کی۔

چنگنگ ۳ ستمبر- جاپانی وزیر خارجہ کے استعفیٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے چینی اخباروں نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان کی غیر ملکی پالیسی میں کوئی اہم تبدیلی ہونیوالی ہے۔ ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ چینی فوجوں نے صوبہ چکیانگ کے صدر مقام کہنوا کو گھیر لیا ہے اور اب اسکے سقوط میں زیادہ دیر نہیں۔ تین اور اہم شہروں پر بھی چینی قابض ہو چکے ہیں۔

پٹنہ ۳ ستمبر- بہار گورنمنٹ کے ایک کمیونک میں کہا گیا ہے کہ ۲۵ اگست کو حاجی پورہ کے قریب ایک ہجوم نے فوجی دستوں اور پولیس پر حملہ کر دیا۔ جسے طاقت سے منتشر کرنا پڑا۔ اس سے پہلے روز ایک کانسٹبل اور دفعدار پر حملہ کیا گیا تھا۔ ۲۵ کو کمبول میں بھی فساد ہوا اور پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ ۲۶ اگست کو ضلع پورنیا میں ایک ہجوم پھر ہڑاکا ریلوے سٹیشن جلانا چاہتا تھا۔ کہ اسپر گولی چلائی گئی۔

دہلی ۳ ستمبر- آجکل ہندوستان میں جنگی تیاریاں بڑے زور سے ہو رہی ہیں اور عین ممکن ہے کہ اس سال جاپانیوں کے خلاف جارحانہ حملہ کا اسے اڈہ بنا دیا جائے۔ پچاس ہزار اشخاص ہر ماہ فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں۔ اور روزانہ جنگی خرچ ۷۰ لاکھ روپیہ ہے۔

بلفاسٹ ۳ ستمبر- شمالی آئرلینڈ میں وسیع پیمانہ پر بغاوت کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ سازش پکڑی گئی۔ پولیس نے اسلحہ کے دو بڑے بڑے ذخائر پر قبضہ کیا ہے۔ ایک نوجوان نے ایک کانسٹبل کو یکشنبہ کے روز قتل کر دیا تھا۔ اسے پھانسی دیا جانے لگا۔ تو اس قدر کثیر ہجوم جمع ہو گیا کہ اسے منتشر کرنیکے لئے مسلح گارڈیاں استعمال کرنی پڑیں۔

لنڈن ۲ ستمبر- مسٹر روزویلٹ کے خاص ایلچی مسٹر وینڈل ولکی ایک طیارہ کے ذریعہ قاہرہ پہنچ گئے ہیں جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

لنڈن ۲ ستمبر- جاپانی نیوز ایجنسی کا دعویٰ ہے کہ سلیبس کے جزیرہ کو اب تمام مخالف عناصر سے پاک کر دیا گیا ہے۔

لنڈن ۲ ستمبر- جنوب مغربی بحرالکاہل میں اتحادیوں کے فوجی ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ کوکوڈا میں جاپانی دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔

واشنگٹن ۲ ستمبر- امریکہ کے دفتر جنگ نے اعلان کیا ہے کہ امریکی فوج کے سپاہیوں کی تعداد اسوقت ایک کروڑ پچاس لاکھ ہے۔ اور ایک کروڑ ساٹھ لاکھ سپاہی ریزرو میں ہیں۔

میمن سنگھ ۲ ستمبر- ایک عورت نے گورنمنٹ کے خلاف چار ہزار روپیہ کی ڈگری حاصل کی تھی لیکن روپیہ وصول نہ ہو سکا۔ اس نے سرکاری عمارتیں قرق کئے جانے کی درخواست دی اور سب جج نے تمام مقامی عدالتوں کی عمارتیں قرق کئے جانیکے احکام صادر کر دیئے۔

لاہور ۲ ستمبر- خواجہ نذیر احمد صاحب سابق آفیشل ریسیور کے خلاف پولیس نے خیانت مجرمانہ اور دھوکا دہی کے جو مقدمات درج کر رکھے ہیں۔ ان کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ دوسو کے قریب گواہوں کے بیانات ہو چکے ہیں۔ پولیس کو اس مقدمہ میں بہت سی دستاویزات ملی ہیں۔

لاہور ۲ ستمبر- حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے۔ کہ پرائیویٹ اور کرایہ کی موٹر کاروں کے مالکوں کو چاہیئے کہ ان کے قبضہ میں جتنے موٹروں کے ٹائر ہیں۔ وہ ان سب کے میکروں کے نمبر حکومت کے پاس رجسٹر کرائیں۔ ورنہ انہیں پٹرول کے کوپن نہ مل سکیں گے۔

ماسکو ۳ ستمبر- دوپہر کے روسی اعلان میں کہا گیا ہے کہ سٹالن گراڈ کے جنوب مغرب میں روسی فوجوں کو کچھ اور پیچھے ہٹنا پڑا۔ دس لاکھ جرمن فوج ٹینکوں اور توپوں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ شہر تک پہنچنے کی کوشش میں ہے۔ جتنے ٹینک اور توپیں وہ اس وقت استعمال کر رہے ہیں۔ اتنی پہلے کبھی نہیں کیں۔ کل دن بھر روسی فوجوں کی جرمن فوجوں سے جو روسی صفوں میں گھس آئی تھیں۔ زور کی لڑائی ہوتی رہی۔ اخبار ریڈ سٹار نے لکھا ہے کہ نوورسسک کو ایک اور خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ایک بہت بڑی جرمن فوج سمندری کنارے کے ساتھ ساتھ اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ روسیوں کو یہاں کچھ اور پیچھے ہٹنا پڑا۔ کراسنڈور کے جنوب میں بھی جرمن آگے بڑھنے کے لئے بڑا زور مار رہے ہیں۔ مشرقی کاکیشیا میں وہ ایک دریا کو پار کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں بڑے زور کی لڑائیاں ہو رہی ہیں۔

قاہرہ ۲ ستمبر- سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ بدھ کی رات کو کوئی بڑی میدانی لڑائی مصر میں نہیں ہوئی۔ البتہ اتحادی طیاروں نے جگہ جگہ دشمن پر بم باری کرکے اُسے سخت نقصان پہنچایا۔

قاہرہ ۲ ستمبر- سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کل رات قاہرہ کے رقبہ پر ہوائی حملہ کیا گیا۔ جس سے پانچ اشخاص ہلاک اور تیس مجروح ہو گئے۔

طبی مشورہ مفت

میرے بڑے بھائی جناب ڈاکٹر ہارون الرشید صاحب نے اس سال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے نہایت شان کیساتھ ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس کی طبی ڈگری حاصل کی ہے۔ کسی بڑے شہر میں پریکٹس کرنے سے پہلے وہ کچھ ماہ اہل قادیان کو بطور ثواب طبی مشورہ سے مستفیض کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا خواہشمند دوست صبح نو سے دس اور شام کو چھ سے سات بجے تک، نور بلڈنگ میں تشریف لاکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

محمد ادریس بی۔ ایس۔ سی نور بلڈنگ قادیان

رُوحانی علاج

درود۔ استغفار اور دُعا ہے۔ جسمانی بیماریوں کے لئے ہومیوپیتھک علاج نہایت موزوں اور لطیف علاج ہے۔ دوائیں زود اثر مگر کم خرچ ہیں۔ ہسٹیریا۔ مردانہ امراض۔ ذیابیطس۔ دمہ لیکوریا۔ دق۔ یرقان۔ بواسیر۔ مرگی۔ پرانا ملیریا کاربنکل۔ پائیریا۔ ناسور۔ سانپ اور بچھو کے کاٹے کے علاج کے لئے لکھیے۔

ڈاکٹر ایم۔ ایچ احمد کی معرفت الفضل قادیان

حبُوب جوانی

جوانی عمر کے کسی خاص حصہ کا نام نہیں جوانی اس طاقت کا نام ہے جو انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ ایسا آدمی ہر عمر میں جوان ہے۔ اگر اس جوانی کی ضرورت ہے تو مادہ حیات پیدا کرنے والی دوا "حبُوب جوانی" استعمال کریں۔ قیمت پچاس گولیاں تین روپے۔

ملنے کا پتہ

دواخانہ خدمت خلق قادیان پنجاب

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی